بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، وَبَعْدُ:

# 005: القواعد الحسان - چوتھا قاعدہ

## (القاعدة الرابعة: إذا وقعت النكرة في سياق النفي أو النهي أو الشرط أو الإستفهام دلت على العموم)

**"القواعد الحسان المتعلّقة بتفسير القرآن لفضيلة الشيخ العلامة عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمه الله"، تعلیق فضیلۃ الشیخ** العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور آج کی نشست میں ہم چوتھے قاعدے پر بات کرتے ہیں: "القاعدة الرابعة" (چوتھا قاعدہ)، شیخ صاحب فرماتے ہیں، شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ: "إذا وقعت النكرة في سياق النفي أو النهي أو الشرط أو الاستفهام دلت على العموم"

"إذا وقعت النكرة في سياق النفي" (جب نکرہ نفی کے سیاق میں واقع ہوتی ہے)"أو النهي" (یا نہی کے سیاق میں)"أو الشرط" (یا شرط کے سیاق میں)"أو الاستفهام" (یا استفہام کے سیاق میں)"دلت على العموم" (تو عموم کی دلالت کرتی ہے)۔

ان جملوں سے مراد کیا ہے؟ یہ نفی نہی شرط استفہام کیا ہوتا ہے؟ یا نکرہ کیا ہوتی ہے؟

اور جب یہ ایک ساتھ ایک جملے میں آجاتے ہیں تو معنی کیا ہو جاتا ہے؟ اور عموم سے کیا مراد ہے؟

میں مثالیں دوں گا تو بات آسان ہو جائے گی ورنہ جتنا بھی میں آپ کو سمجھاتا رہوں گا مشکل ہو جائے گی آپ لوگوں کے لیے کیونکہ یہ علمی باتیں ہیں اور اصولِ فقہ میں ہم یہ پڑھ چکے ہیں، آپ دیکھیں کہ علوم کیسے ایک ساتھ ملے جلے ہوئے ہیں ہم بات کر رہے ہیں اصولِ یا قواعد تفسیر کی اور اصولِ فقہ کے دروس میں ہم صیغۃ العموم میں یہ پڑھ چکے ہیں تو عموم کے صیغوں میں سے ایک صیغہ یہ بھی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں اس سے مراد کیا ہے اور جب ہم نکرہ کو دیکھیں کسی بھی ایک سیاق جن سیاق کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا معنی کیسے بدل جاتا ہے اور کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔

پہلی بات ہے کہ نکرہ ہوتا کیا ہے؟

"كل اسم شائع في جنسه" (کوئی بھی نام جو ہے جو اپنی جنس میں شائع ہو)

جب ہم کہتے ہیں مرد (رجل)؛ رجل سے کیا مراد ہے کوئی رجل بھی ہو سکتا ہے؟ رجلٌ ، إمرأةٌ یہ کیا ہیں؟ سب نکرات ہیں اور اس کو پہچاننے کے لیے تنوین ہوتی ہے کیونکہ اَل سے معرفہ بن جاتا ہے، اَل لگتا ہے تو تنوین ختم ہو جاتی ہے۔

تنوین سے مراد کہ جب تنوین ہو جاتی ہے اور تنوین اُس میں ہوتی ہے شرط یہ ہے کہ "الممنوع من الصرف نہ ہو، الممنوع من الصرف" اس میں تنوین نہیں آتی ہے (صرف تنوین کو کہتے ہیں نا)۔

الغرض اس کو چھوڑیں آپ تو جو واضح ہے وہ کیا ہے؟ کہ تنوین ہوتی ہے مطلب نکرہ ہے جیسے آگے ہم دیکھیں گے ان شاءاللہ۔

اگر نکرہ جو ہے اُس سے پہلے نفی ہو "مَاہو، لَاہو، لَن ہو" کوئی بھی عربی کا نفی کا لفظ ہو، یا "نھی" نہی میں بھی لَاہوتا ہے یالَم ہوتا ہے لیکن اس کے بعد پہچان کیا ہے؟ نفی اور نہی میں فرق کیا ہوتا ہے؟ فعل مضارع ہوتا ہے۔ نہی میں فعل مضارع ہوتا ہے اور مجذوم ہوتا ہے، فعل مضارع مجذوم ہو اُس سے پہلے أداة النفی ہو تو اس کا مطلب نہی ہوتا ہے۔ "أدوات الشرط" شرط جازمہ جو ہیں، اور پھر استفہام (سوال) اس میں سوالیہ جملہ ہوتا ہے۔ تو جیسے میں نے کہا ہے کہ مثالوں سے بات آسان ہو جاتی ہے آیئے دیکھتے ہیں۔

"كقوله تعالىٰ" (شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے):

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ إلي آخر الآية (النساء:36) "فإنه نهي عن الشرك به" (اللہ تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے یعنی منع فرمایا ہے شرک سے) "في النيات، والأقوال والأفعال، وعن الشرك الأكبر، والأصغر والخفي، والجلي"۔

جملہ دیکھیں: ﴿وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾: یہ شاہد ہے؛ ﴿شَيْـًٔا﴾: کیا ہے؟ نکرہ ہے، میں نے بتایا ہے نا تنوین، تنوین میں "اُن" کی آواز آتی ہے "اُن، یااَن، یااِن"، اور اسے صَرف بھی کہتے ہیں۔ صَرف کہاں سے لیا گیا ہے؟ صرافہ سے لیا گیا ہے۔

صرافہ کیا ہوتا ہے؟ دینار درہم جب پھینکتے تھے تو تَن کی جو آواز آتی تھی نا اس سے صَرف کا لفظ لیا گیا ہے، تنوین بھی اسی سے لیا گیا ہے۔

اب ﴿شَيْـًٔا﴾: اس سے پہلے دیکھیں ﴿لَا﴾: جملے میں لَا ہے، نفی بھی ہے۔ (سب میرے ساتھ چلیں ایک ایک چلیں گے تو پھر سمجھ بھی آئے گی، یہ علمی باتیں ہیں ان شاءاللہ جو اَن پڑھ بھی ہے وہ بھی سمجھے گا جس کو بس دیکھنا پتہ ہو کہ لَا کیا ہوتا ہے دکھادیں اسے کہ لَا کیا ہوتا ہے سمجھ میں آئے گا ان شاءاللہ)۔ ﴿شَيْـًٔا﴾: نکرہ ہے اس سے فوراً پہلے دیکھیں ﴿لَا﴾ ہے؟ ہے لَا؛ ﴿لَا﴾ ہی کافی ہے عموم کے لیے لیکن یہ پہچاننے کے لیے کہ یہ نہی ہے یا نفی ہے یہ جو کچھ زیادہ پڑھے لکھے ہیں وہ ذرا سمجھ لیں۔ ﴿تُشْرِكُوْا﴾: کیا ہے اسم ہے فعل ہے؟ فعل ہے۔

تُشْرِكُونَ ہونا چاہیے تھا جمع کا صیغہ ہے نا تُشْرِكُونَ تو کیوں نہیں ہے؟ نون کیوں نہیں ہے؟ کیونکہ مجزوم ہے۔ مجزوم کیوں ہے؟ لَا کی وجہ سے، تو لَا جازمہ ہے، فعل مضارع ہے مجزوم ہے مطلب کیا ہے یہ نفی ہے یا نہی ہے؟ نہی ہے۔

جب نفی کی مثال آئے گی ابھی دوں گا میں تو بات اور آسان ہو جائے گی لیکن اس میں کیا ہے یہ؟

﴿لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ : ﴿شَيْـًٔا﴾: نکرہ ہے، سیاق نہی کا ہے: "النكرة في سياق النهي تفيد العموم": یعنی کسی بھی قسم کے شرک کی اجازت نہیں ہے۔

﴿شَيْـًٔا﴾: میں نہی جو ہے کہ یعنی کوئی چھوٹا شرک تو ہو سکتا ہے اجازت ہے؟ بڑا شرک تو نہیں چھوٹا تو ہو سکتا ہے؟ جہاں پر شرک کا شائبہ بھی ہو گا نا اس کی بھی اجازت نہیں ہے؛ کہاں سے پتہ چلا یہاں پر تو نہیں ہے نا؟ جملہ کیا ہے؟ ﴿ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾: تفصیل میں آپ دَس کتابیں لکھ لیں سب اس میں شامل ہیں کہ نہیں؟

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فإنه نهى عن الشرك به" (اللہ تعالیٰ نے منع کیا اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے کو) "في النيات" (اچھا نیتوں میں شرک چلے گا؟ نہیں!) "والأقوال" (اقوال میں بھی نہیں) "والأفعال" (اعمال میں بھی نہیں افعال میں بھی نہیں)۔

شرک اکبر سے منع کیا ہے شرک اصغر سے بھی منع کیا ہے شرک خفی سے بھی منع کیا ہے شرک جلی سے بھی منع کیا ہے، یعنی کسی قسم کے شرک کی کوئی بھی گنجائش یا کوئی اجازت نہیں ہے۔

کوئی کہے گا کہ کہاں دلیل ہے آپ کی؟ کس نے کہا کہ شرک خفی بھی منع ہے شرک اصغر بھی منع ہے؟ یہ آیت کافی ہے یہ آیت کا ایک حصہ ہے میرے بھائیو! ﴿لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾۔ کہتا ہے کہاں پر ہے یہاں تو آپ علمی بات کیا کریں گے کیا کہیں گے؟

"النكرة في سياق النهي تفيد العموم": جب نکرہ سیاق النہی میں آجاتا ہے تو عربی زبان کے مطابق جو ہے اس سے مراد عموم ہوتا ہے اور عموم سے مراد جیسے آپ کہتے ہیں "کل شيء" یعنی جتنی بھی شرک کی قسمیں ہیں سب اس میں شامل ہیں اسے عموم کہتے ہیں۔

اب آپ کہتے ہیں کہ یہ اس میں شامل نہیں ہے اب آپ کے پاس ثبوت ہونا چاہیے اس کی نفی کے لیے؛ واضح ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فلا يجعل العبد لله نداً ومشاركاً في شيء من ذلك" (تو بندہ جو ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی بھی نِد یا کوئی بھی شریک نا ٹھہرائے کسی بھی چیز میں)۔

اس کی نظیر اس کی دوسری مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ (پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ انداد مت بنائیں) (البقرة:22)۔

آیئے دیکھتے ہیں: ﴿اَنْدَادًا﴾ کیا ہے؟ نکرہ ہے، اس سے پہلے ﴿لَا﴾ ہے؛ یہی کافی ہے کہ لَا ہو یا نفی ہو نکرہ سے پہلے عموم آگیا نا اچھا یہ نفی ہے یا نہی ہے؟ یہ مزید انفارمیشن (Information) ہے طلاب علم کے لیے: ﴿تَجْعَلُوْا﴾ کیا ہے اسم ہے فعل ہے؟ فعل ہے۔

مضارع ہے یا اَمر یا ماضی ہے (افعال تین ہیں)؟ مضارع ہے۔ مجزوم ہے کہ نہیں ہے اصل کیا ہونا چاہیے؟ تَجعلُونَ ہونا چاہیے نون کیوں نہیں ہے؟ کیونکہ پہلے ﴿لَا﴾ ہے تو لَا ناھیۃ ہے، ﴿تَجْعَلُوْا﴾ فعل مضارع مجزوم ہے اور اس کے سیاق میں نکرہ ہے۔

تو اس سے کیا مراد ہے کسی بھی قسم کا نِد چلے گا؟ کوئی نِد بن سکتا ہے کوئی نبی کوئی ولی کوئی فرشتہ بن سکتا ہے؟ نہیں بن سکتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے برابر اللہ تعالیٰ کا نِد کوئی بھی نہیں ہو سکتا، دلیل: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾: واضح ہے؟

ایک اور مثال لیتے ہیں: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ'': نفی کی مثال لیتے ہیں تا کہ پتہ چلے کہ نفی اور نہی میں فرق کیا ہے، اور اتنا خوبصورت صیغہ ہے نا یہ جس میں عموم اور اس کی ضد خصوص دونوں شامل ہیں اور کسی چیز کے وصف باریک بینی اس جملے سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہے:

''لَا اِلٰهَ'': ''اِلٰهَ'' کیا ہے؟ اسم ہے۔

نکرہ ہے یا معرفہ ہے اِلٰہ؟ نکرہ ہے: ''لَا اِلٰهَ''۔

اس سے پہلے کیا ہے؟ لَا ہے نفی ہے: "النكرة في سياق النفي تفيد العموم": اِلٰہ سے مراد معبود ہے تو جتنے معبودات ہیں سب کی نفی ہے کہ نہیں؟ ''لَا اِلٰهَ'' میں ہر معبود کی نفی ہے۔

''لَا اِلٰهَ'': صرف لا اِلٰہ کفر ہے پتہ ہے؟! صرف لا اِلٰہ کفر ہے کیونکہ جتنے معبودات ہیں سب کی نفی ہے یعنی کوئی معبود ہے ہی نہیں ہے۔

"اِلَّا اللّٰہُ": استثناء ہے کس سے ؟اس عموم سے، "اِلَّا اللّٰہُ" توحید ہے۔

ایمان دیکھیں:

(۱)اگر کہتے ہیں "لَا اِلٰہَ": کفر ہے۔(۲) "اِلَّا اللّٰہُ": کافی نہیں ہے۔

(۳)تو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ": توحید اور ایمان ہے۔

اچھا بتاتا ہوں کہ یہ ہُو کا ذکر کہاں سے آیا ہے پتہ ہے ؟

اسی غلط فہمی سے آیا ہے کہتے ہیں کہ اگر آپ نے کلمہ پڑھتے ہوئے (دیکھیں شیطان کیسے کام کرتا ہے) کہالاالہ اور موت آگئی تو کفر پر موت آئی اس لیے کثرت سے کہو ہُو ہُو ہُو اللہ ہُو، ہُو پر موت آئی تو پھر ایمان ہے، کم سے کم لفظ جو کہہ سکتے ہو وہ ہُو کا لفظ ہے اس لیے کثرت سے ہُو کا ورد کرو نا کہ لاالہ الااللہ کا ورد کرو! (سبحان اللہ)۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ": اگر آپ نے کہالَااور موت آگئی آسکتی ہے کہ نہیں؟آپ کہیں لاالہ الااللہ،لَاپر موت آگئی نعوذ باللہ کفر ہے کیا؟

اچھالَاالہ پر موت آگئی تو موت آپ کے یا میرے بس کی بات ہے جبکہ آپ کے دل میں لاالہ الااللہ ہے آپ کے عمل میں لاالہ الااللہ ہے آپ کی زبان پر لاالہ الااللہ ہے ؟! اللہ تعالی کی مرضی ہے لَاپر موت آئی ہے،الہ پر موت آئی ہے،الاپر موت آئی ہے یا پورے کلمے کے بعد موت آئی ہے لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ افضل الذکر لاالہ الااللہ اس کو ختم کر کے کہو کہ ہُو کا ذکر سب سے افضل ہے ؟! (نعوذ باللہ)۔

تو جہالت جہل مرکب یہاں تک لے کر جاتا ہے! الغرض تو "لَا اِلٰہَ "میں کوئی کہے تو کہاں پر عموم ہے ؟کس نے کہا کہ نبی کی عبادت نہیں کر سکتے یا نبی کو سجدہ نہیں کیا جائے گا یا نبی کو نہیں پکارا جاسکتا؟ہم کہیں گے "لَا اِلٰہَ "میں سب شامل ہیں۔

صرف اللہ کے لیے کیوں ہے ؟ کیونکہ "اِلَّا اللّٰہُ "ہے۔"لَا اِلٰہَ "میں ہر معبود شامل ہے اللہ تعالی بھی شامل ہے،اس لیے "اِلَّا اللّٰہُ "جب کہتے ہیں تو اس عموم سے اس استثناء کو نکال دیتے ہیں،اور یہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ "جو ہے وہ توحید ہے اور ایمان ہے؛واضح ہے ؟

ایک اور مثال لیتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں:"وقوله في وصف يوم القيامة" (قیامت کے دن کے وصف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا﴾ (کوئی بھی نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا)(الانفطار:19)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(رحمہ اللہ):"يعمّ كل نفس" (اس میں ہر نفس شامل ہے)"وأنه لا تملك شيئًا من الأشياء" (اور ان کے ہاتھ میں کوئی بھی چیز نہیں ہے)"لا إيصال المنافع ولا دفع المضار" (نہ تو وہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کو نقصان سے بچا سکتے ہیں)۔

قیامت کے دن کے تعلق سے اللہ نے فرمایا:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا﴾: آیئے دیکھتے ہیں۔

﴿نَفْسٌ﴾: نکرہ ہے،﴿شَيْـًٔا﴾: نکرہ ہے۔ اس سے پہلے: ﴿لَا﴾ ہے۔

نکرہ ہے اور سیاق جو ہے نفی کا ہے، اللہ تعالیٰ نے نفی کر دی ہے کہ اس دن یعنی نہ تو کوئی طاقت ہو گی کسی نفس کے پاس اور نہ کوئی کسی کے کام آسکے گا اس دن ملکیت کچھ بھی نہیں ہے اور اس عموم میں سب شامل ہیں کہ نہیں؟

استثناء جو ہے کس کا ہے؟ سفارش جو لوگ کریں گے۔ سفارش کی نفی نہیں ہے یہاں پر سفارش کے اور نصوص موجود ہیں جو سفارش کے نصوص ہیں وہ اس عموم سے استثناء ہیں اس عموم میں داخل نہیں ہیں لیکن اس کی بھی شرطیں ہیں کہ نہیں سفارش بغیر شرطوں کے ہے کیا؟!

یعنی اس عموم میں: ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا﴾: فرشتوں کی نفس ہے انبیاء کی ہے اولیاء کی ہے یا صالحین کی ہے جو بھی زندہ چیز ہے سب اس میں شامل ہیں جو سفارش کریں گے شرطوں کے ساتھ کریں گے۔

## کیا شرطیں ہیں سفارش کی:

1- پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی اجازت: ﴿إِلَّا بِإِذْنِهِۦ﴾ (البقرة:255)۔

2- دوسری ہے رضامندی، اور اللہ تعالیٰ کبھی بھی کفر پر راضی نہیں ہوتا اور نہ ہی اجازت دیتا ہے۔

میں نے مثال دی ہے ابو طالب کی اگر کسی کافر کو کوئی سفارش کام آسکتی تو ابو طالب سے بہتر کوئی کافر نہیں ہے لیکن اس کے کام بھی سفارش نہیں آئی، جو آئی ہے وہ محدود ہے جہنم سے نکلے تو نہیں لیکن کم سے کم عذاب جہنم کا جو ہے جو جہنم کی سطح پر ''ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ'' وہاں تک ہے لیکن جہنم سے خارج نہیں ہوا، عذاب میں کمی ہوئی ہے کیونکہ جو احسانات تھے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ابو طالب کے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اتنا ان کو فائدہ ہوا ہے لیکن جہنم سے خارج نہیں ہوئے۔

تو کوئی کافر بھی کسی کی سفارش سے اگر کفریہ عقیدہ ہے یا شرک ہے یہ نہ سمجھے کہ کوئی پیر آئے گا یا میرا کوئی بزرگ آئے گا اور مجھے سفارش کر کے جنت میں داخل کرے گا۔

اس کی اور مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وكقوله تعالىٰ" (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (بڑی پیاری مثال ہے دیکھیں ذرا)) :

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ﴾ إلي آخر الآية (يونس:107)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ﴾: اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے۔

﴿فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ﴾: تو اُسے کوئی نہیں ٹال سکتا اُس کے بغیر (یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر))۔

﴿وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ﴾: اور اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ چاہے آپ سے۔

﴿فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ﴾: تو اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

اس سے کیا مراد ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فكل ضر قدّره الله على العبد ليس في استطاعة أحد من الخلق كشفه بوجه من الوجوه" (اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے مقدر میں کوئی تکلیف کوئی نقصان لکھا ہے کسی بندے پر تو کسی کی بھی کوئی استطاعت نہیں ہے مخلوقات میں سے کہ اُس کو اُس نقصان سے بچا سکے)۔ کیوں؟ نکرہ ہے ﴿بِضُرٍّ﴾: ضُرّ کیا ہے؟ نکرہ ہے۔ ﴿إِنْ﴾ کیا ہے؟ شرطیہ ہے۔

﴿ فَلَا كَاشِفَ ﴾: جواب الشرط ہے۔ شرط کے جملے میں ہمیشہ جواب الشرط ہوتا ہے، اسم الشرط یا أداة الشرط ہوتا ہے، پھر فعل الشرط ہوتا ہے، پھر جواب الشرط ہوتا ہے (تین چیزیں ہوتی ہیں)۔ اور یہ ہم پڑھ چکے ہیں عربی گرامر کے دروس میں بھی اور اصول فقہ میں بھی آپ اگر ان دروس میں دیکھیں تو ذرا سمجھ آجائے گی وہاں مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے، جو جوازم ہیں أدوات الجزم میں سے شرطیہ ہیں اُن میں سے "اِن" جس کا ذکر کیا گیا ہے یہاں پر: ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ﴾: ﴿يَمْسَسْكَ﴾: فعل مضارع مجزوم ہے۔

﴿إِنْ﴾: جازمہ ہے۔ ﴿بِضُرٍّ﴾: ضُرّ کیا ہے؟ نکرہ ہے، سیاق شرط ہے، تفید العموم۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر کسی کو کوئی بھی نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی بھی اُسے روک نہیں سکتا، اس میں سب شامل ہیں، کوئی طاقتور دنیا کا کوئی بادشاہ دنیا کا نہیں روک سکتا، دنیا کی کوئی بھی مخلوقات میں سے کوئی بھی نہیں روک سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾۔

﴿إِلَّا﴾: استثناء ہے، ﴿إِلَّا هُوَ﴾: اس عموم میں استثناء ہے؛ ﴿إِلَّا﴾ استثناء ہے تو کوئی بھی نہیں کر سکتا، ﴿إِلَّا هُوَ﴾: اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

﴿وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ﴾: وہی بات ہے: ﴿إِنْ﴾: شرطیہ ہے۔ ﴿بِخَيْرٍ﴾: نکرہ ہے" في سياق الشّرط تفيد العموم"؛ اور اگر کسی کا خیر کا ارادہ فرمائے تو کوئی بھی اسے روک نہیں سکتا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "ونهاية ما يقدر عليه المخلوق من الأسباب والأدوية جزء من أجزاء كثيرة داخلة في قضاء الله وقدره" (اور جو مقدر میں لکھا ہے مخلوق کے اور جو اسباب پر یعنی ہم علاج کیوں کرتے ہیں پھر؟! جب اللہ تعالیٰ نے نقصان لکھا ہے بیماری لکھی ہے تو علاج کیا ہے؟! شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جو بھی علاج ہوتا ہے تو یہ بہت سارے اجزاء میں سے ہے تقدیر کے جو اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے)۔

تو مقدر میں یہ بھی لکھا تھا کہ آپ علاج کریں گے آپ کو شفاء ملے گی، مقدر میں یہ بھی لکھا تھا کہ آپ علاج نہیں کریں گے تو آپ کی وفات ہو گی، یہ بھی لکھا تھا کہ علاج کے باوجود بھی وفات ہو گی یہ بھی تقدیر میں لکھا ہے تو ہم نے اسباب شرعیہ پر عمل کرنا ہے ناکہ تقدیر کو دیکھنا ہے تقدیر ہمیں کیا پتہ کیا ہے۔ ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ علاج سے شفاء مل جاتی ہے شفاء اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو علاج سبب ہے ناکہ خود علاج شفاء ہے لیکن یہ پتہ ہے کہ اگر پیناڈول کی گولی کھائیں گے تو درد ختم ہو جائے گا اس لیے گولی کھاتے ہیں؛ نہیں؟! پانی کا گلاس ہمارے پاس ہے اور پیناڈول کی گولی بھی ہے ہمیں یہ پتہ ہوتا ہے کہ صرف پانی پینے سے درد نہیں جائے گا گولی کھائیں گے پھر پانی پیئں گے تو گولی سے ہی یعنی گولی کے سبب سے درد جائے گا۔ تو شفاء اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے گولی اس لیے کھاتے ہیں تاکہ یہ نقصان جو ہے دور ہو جائے لیکن نفع اور نقصان کس کے ہاتھ میں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے نہ اس گولی میں ہے نہ ہمارے ہاتھ میں ہے اور نہ اُس کے ہاتھ میں ہے جس نے اس گولی کو بنایا ہے۔

اگلی مثال لیتے ہیں:

"وقوله" (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد):

﴿مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾..إلى آخر الآية (فاطر:2)۔

شرط کی ایک اور مثال ہے: ﴿مَا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾: ﴿مَا يَفْتَحِ﴾: جو بھی اللہ تعالیٰ ثابت فرمادے لوگوں کے لیے اپنی رحمت میں سے تو اسے کوئی پکڑ نہیں سکتا کوئی روک نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ اپنی رحمت کا ارادہ فرمائے کوئی اسے روک سکتا ہے؟! ﴿رَّحْمَةٍ﴾ کیا ہے؟ نکرہ ہے۔ ﴿مَا﴾: شرطیہ ہے۔

اسم الشرط اور فعل الشرط میں آپ یہ دیکھیں اس کو بھی کیونکہ یہ جازمہ ہے تو فعل مضارع اس کے بعد آپ کو نظر آئے گا۔

ابھی میں نے کہا ہے ﴿يَفْتَحِ﴾ کیا ہے؟ فعل مضارع ہے۔

مضارع کیا ہوتا ہے؟ مرفوع ہوتا ہے نا عمومی طور پر، جب جزم کے ساتھ آجائے ﴿مَا﴾ جازمہ ہے تو کیا ہوگا؟ مجزوم۔

علامة جزمه ﴿يَفْتَحْ﴾: سکون ہونا چاہیے نا ﴿يَفْتَحْ﴾ یہاں پر کسرہ کہاں سے آگیا ہے؟ سوال چھوٹا ہے اور معمولی سا ہے انعام کا حقدار ہے جو جواب دے گا۔ جہاں پر جَرّ ہو مطلب اسم فعل ہو ہی نہیں سکتا، جزم علامت فعل کی ہے اسم مجزوم ہو نہیں سکتا، یہ دو ہمیشہ یاد رکھیں۔

جَرّ اور جزم میں فرق پتہ چل رہا ہے؟ جزم جو ہے وہ فعل کی علامت ہے اسم مجزوم کبھی ہو ہی نہیں سکتا، جَرّ اسم کی علامت ہے فعل کبھی مجرور ہو نہیں سکتا اس لیے کبھی یہ غلطی نہ کرنا۔

عربی زبان میں ایک قاعدہ ہے کہ جب دو ساکن ایک ساتھ مل جائیں تو پہلے ساکن کے نیچے کسرہ لازم آتا ہے، فعل تو کسرہ ہو ہی نہیں سکتا نا تو کسرہ کہاں سے آیا؟ اب دو قاعدے ٹکرا گئے عربی گرامر کے ایک جزم کا ہے فعل ہے فعل میں کسرہ ہو ہی نہیں سکتا مجرور ہو ہی نہیں سکتا۔

﴿يَفْتَحْ﴾: مجزوم ہے سکون آگیا: "الفعل المضارع يُجزم وعلامة جزمه السكون":

﴿مَا يَفْتَحْ﴾: سکون آگیا، اب حاء کے اوپر سکون ہے، ﴿اللهُ﴾ لفظِ جلالہ سبحانہ وتعالیٰ اسم کریم الف کے اوپر کیا ہے؟ سکون ہے۔

سکون الف والا اور سکون حاء والا دونوں مل گئے لازم کیا آتا ہے عربی گرامر کے اعتبار سے؟ کہ جو پہلا حرف ہے اُس کے نیچے سکون کو ہٹا کر کسرہ لکھو اسے کہتے ہیں: "التقاء الساكنين"۔ تو پتہ چلا ہے کہ یہ مجرور نہیں ہے فعل کبھی مجرور نہیں ہوتا بلکہ یہ مجزوم ہے لیکن دو ساکن مل گئے ہیں اور کسرہ آگیا ہے۔ ﴿رَّحْمَةٍ﴾: نکرہ ہے "في سياق الشّرط تفيد العموم"۔

﴿وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾: جسے اللہ تعالیٰ روکے تو پھر وہ جا ہی نہیں سکتا کسی کی طرف اس کے بعد۔

اگلی مثال:

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ﴾(النحل:53) (جو بھی نعمتیں ہیں تمہارے پاس کس کی طرف سے ہیں؟ ﴿فَمِنَ اللهِ﴾)

شیخ صاحب فرماتے ہیں: "**يشمل كل خير في العبد ويصيب العبد**" (اس میں ہر خیر عبد میں جو ہے "**ويصيب العبد**" جو عبد کو پہنچتا ہے بندے کو پہنچتا ہے) "**وكل نعمة فيها حصول محبوب أو دفع مكروه**" (ہر وہ نعمت جس میں یعنی پسندیدہ چیز کو حاصل کیا جائے یا کسی ناپسندیدہ چیز کو دفع کیا جائے) "**فإن الله هو المتفرد بذلك**" (صرف اللہ تعالیٰ ہی متفرد ہے اور اللہ تعالیٰ کا کمال ہے)۔

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾: ﴿مَا﴾ کیا ہے؟ شرطیہ ہے۔ ﴿نِّعْمَةٍ﴾: نکرہ ہے "في سياق الشّرط تفيد العموم": اس میں ہر نعمت شامل ہے کہ نہیں؟ اگرچہ نعمت ایک کا ذکر ہے ﴿نِّعْمَةٍ﴾ لیکن ہر نعمت شامل ہے کہ نہیں؟ ہر نعمت شامل ہے۔

کوئی کہے گا کہ کہاں شامل ہے تو جواب کیا ہے؟ "النكرة في سياق الشّرط تفيد العموم":

اگلی مثال: "وقوله" (اللہ تعالیٰ کا ارشاد):

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ﴾: إلى آخر الآية (فاطر:3)۔

آیئے دیکھتے ہیں: ﴿هَلْ﴾ کیا ہے؟ أداة الاستفهام (ھَل سوالیہ ہے نا؟ استفھام کی مثال ہے، ھل)؛ ﴿مِنْ خَالِقٍ﴾ (کیا کوئی خالق ہے) ﴿غَيْرُ اللّٰهِ﴾ (اللہ تعالیٰ کے سوا؟) ﴿يَرْزُقُكُمْ﴾ (جو تمہیں رزق دیتا ہے) ﴿مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (آسمان اور زمین سے) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ﴾ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے)۔

"النكرة في سياق الإستفهام تفيد العموم": نکرہ کہاں پر ہے؟ ﴿خَالِقٍ﴾؛ اس سے پہلے کیا ہے؟ استفہام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کیا کوئی خالق تمہیں رزق دیتا ہے آسمان اور زمین سے؟ کوئی دے سکتا ہے؟ نہیں دے سکتا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: "وإذا دخلت (مِن) صارت نصاً في العموم" (اگر "مِن" بھی داخل ہو جائے استفہام کے ساتھ تو پھر نص ہے عموم میں)؛ مزید وضاحت ہے: "كهذه الآية" (جیسا کہ یہ آیت اور دوسری آیت میں)

﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝﴾ (تم میں سے کوئی بھی اسے روک نہیں سکتا) (الحاقة:47)۔

﴿فَمَا مِنْكُمْ﴾ : ﴿مَا﴾ کیا ہے؟ استفہام ہے؛ ﴿فَمَا مِنْكُمْ﴾: ما یہاں پر نفی کی ہے۔

اگر مِن بھی آجائے: ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ﴾: تو مِن بھی عموم میں شامل ہو جاتا ہے؛ اگر نکرہ کے ساتھ مِن آجائے: ﴿مِّنْ اَحَدٍ﴾: تو اس میں بھی عموم شامل ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۃ الحاقہ آیت نمبر 47 میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اگلی مثال:

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (الاعراف:59) (اس کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں ہے کوئی سچا معبود نہیں ہے)

نکرہ کہاں پر ہے؟ ﴿اِلٰهٍ﴾، اس سے پہلے ﴿مَا﴾ ہے اور ﴿مِّنْ﴾ بھی ساتھ ہے، تو مَا نفی کی ہے اس کے ساتھ مِن بھی آگیا ہے مزید وضاحت کے لیے تو قاعدہ ایک ہے کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں ہے سچا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر (59، 65، 73، 85)، سورۃ ھود آیت نمبر (50، 61، 84)۔ سورۃ المؤمنون آیت نمبر (23، 32)؛ ان سب میں یہی بار بار اسی جملے کو دہرایا گیا ہے: ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾۔

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾: نفی ہے اور اس کے ساتھ مِن ہے۔ "ولها أمثلة كثيرة جداً" (اور اس کی بہت ساری اور مثالیں ہیں)۔

الغرض جب آپ قرآن مجید پڑھیں اور آپ کے سامنے نکرہ آجائے اُس سے پہلے آپ دیکھ لیں کہ ان چار میں سے اگر ایک چیز موجود ہے تو صیغۃ العموم ہے "نہی ہو، نفی ہو، شرط ہو، استفہام ہو" اور سب سے زیادہ جو ذکر کیا گیا ہے وہ نفی کا ہے اور نہی کا ہے اور آسانی سے آپ اس کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔

اگر استفہام میں آپ کو دقت محسوس ہو جائے یا آپ کو شرط میں دقت محسوس ہو جائے کیونکہ "ما" جو ہے استفہام کے لیے بھی ہے شرط کے لیے بھی ہے اور نفی کے لیے بھی ہے تو بعض ساتھی پریشان ہو جاتے ہیں لیکن جو نفی ہے اور نہی ہے تو جب بھی آپ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور آپ کے سامنے آجائے تو تھوڑا رکیں اور آپ اس سے پہلے دیکھیں کہ نکرہ ہے اسے پہلے پہچانیں، نفی آگیا ہے تو آپ دیکھیں اس میں سب شامل ہے، آپ کے علم میں مزید اضافہ ہو گا اور پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے یہاں پر مراد کیا ہے اور بہت ساری چھپی چیزیں جو ہیں وہ آپ کے سامنے بالکل کھل کر آجائیں گی اور آپ کے علم میں بھی بہت ترقی ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا آپ کے دل پر بھی بڑا آسانی سے اثر ہو سکتا ہے۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے یعنی بڑی معذرت کے ساتھ میں کہہ رہا ہوں کہ طوطے کی طرح تو پڑھتے ہیں قرآن مجید! ہم یعنی انسانی طوطے بن چکے ہیں(إلا من رحم الله سبحانه وتعالى) بڑی تیزی سے فراوانی سے پڑھتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ ہم پڑھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پڑھنے کی توفیق دی ہے کیونکہ کئی دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو پڑھ نہیں سکتے، مسلمان ہیں پڑھنے کو ترستے ہیں واللہ! نہیں پڑھ سکتے مشکل سے عربی پڑھتے ہیں پڑھتے پڑھتے تھوڑا سا سورۃ الفاتحہ اور چند سورتیں جو ہیں وہ پڑھ سکتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے تلاوت کی تو اسے مزید اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس قاعدے پر عمل کرتے ہوئے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم:7)۔

اصل مقصد قرآن مجید کا جو ہے وہ اس کا دل پر اثر ہے یاد رکھیں اور زندگی کو بدلنا ہے قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کے اس پاک کلام سے، دل پر اثر ہو گا تو حالت بھی بدلے گی، حالت ہماری بدلے گی گھروں کی بدلے گی آپ کی بدلے گی تو پورے معاشرے کی بھی حالت بدلے گی۔

سلف کی زندگی میں کیا تھا؟ یہی قرآن تو تھا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث تھی اُس پر عمل کیا ہے اور علم میں ترقی آئی ہے، عمل کرتے گئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے گئے مزید ترقی ملتی گئی یہاں تک کہ پوری دنیا میں آپ کو واللہ! مثال نہیں ملے گی۔

جو صحابہ کی مثال ہے نا پوری دنیا میں آپ کو نہیں ملے گی کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد اگر اس دنیا میں کوئی کوئی لوگ آئے ہیں جن کو اہل ایمان کہا جاتا ہے جنہوں نے حق ادا کیا ایمان کا تو صحابہ سے بڑھ کر کوئی جماعت نہیں ہے وجہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ صرف زبانی کلامی نہیں جانتے تھے وہ صرف نام کے مسلمان نہیں تھے اُن کی پہچان اُن کے کام سے ہے اس لیے آج ہم صحابہ کہتے ہیں، اُن کے کردار دیکھیں اُن کا کام دیکھیں (سبحان اللہ) قرآن کی تلاوت کرتے تھے حق ادا کرتے تھے۔

سیدنا عمر کو دیکھیں سورۃ الطور پڑھتے تھے ابتدائی آیات میں روپڑتے تھے اور بیمار پڑ جاتے تھے صحابہ عیادت کے لیے جاتے تھے اور آپس میں یہ کہتے جاتے کہ لگتا ہے سیدنا عمر نے آج سورۃ الطور پھر پڑھی ہے۔ سورۃ الطور ہم پڑھتے ہیں کئی ختم ہم نے کیے ہوئے ہیں ہمارے دل پر کیا اثر ہوا ہے سورۃ الطور کا؟! بیماری تو دور کی بات ہے کیا دل کی دھڑکنوں میں تھوڑا فرق پڑا ہے؟! تھوڑا سا فرق تو پڑ جائے اب آنکھوں کا نم ہونا اور اس پر پھر روپڑنا جو ہے وہ بعد کی بات ہے!

یہ ترتیب ہوتی ہے دل میں اثر ہوتا ہے دل میں نرمی ہوتی ہے، جسم میں تھوڑے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں آنکھیں نم ہوتی ہیں پھر انسان رو پڑتا ہے!

سید نا عمر کے گالوں پر کہتے ہیں کہ دو لائنیں بنی ہوئی تھیں روتے تھے! نماز پڑھتے تو روتے تھے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے روتے تھے کیونکہ دل جڑا ہوا تھا اس قرآن مجید سے؛ اب نماز میں بھی تلاوت ہوتی ہے کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

بعض سلف تو آیت کے ایک حصے (صرف ایک آیت) کو بار بار دہرا کر ساری رات کا قیام کرتے تھے:

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾﴾ (المائدة:118) :اے اللہ تعالیٰ! تُو اگر مغفرت کر دے ان کی تو تیرے ہی بندے ہیں اگر عذاب دے تو تُو غالب ہے تُو حکمت والا ہے تو کر سکتا ہے؛ اور ساری رات پڑھیں ایک آیت کو رو رہے ہیں پڑھ رہے ہیں! ایک آیت کا حصہ ہے ساری رات کا قیام کھڑا ہے (سبحان اللہ)۔

ہم لوگ کہاں پر ہیں کب نکلیں گے اپنی اس غفلت سے ہم؟! کب یہ پاک کلام ہمارے دلوں پر اثر کرے گا کب ہم بدلیں گے؟!

تبدیلی کا سب نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم تبدیل ہونا چاہتے ہیں معاشرے کو بدلنا چاہتے ہیں تو ایسے بدلے گا معاشرہ زبانی کلامی بدلے گا؟!

آپ کی اور میری چاہت سے بدلے گا معاشرہ یا اس ربّ کے کلام سے بدلے گا یہ معاشرہ؟!

واللہ! نہیں تبدیلی آئے گی جب تک ہم نہیں بدلیں گے اور ہمیں اگر قرآن نہیں بدل سکتا خیر کی طرف تو کوئی طاقت نہیں بدل سکتی ہمیں!

اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو کن فیکون فرما دے لیکن اسباب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں ہدایت کے اسباب ہدایت کے راستے ہیں اور گمراہی کے بھی راستے ہیں توفیق اللہ تعالیٰ اُسے دیتا ہے جو صحیح راستہ اختیار کرتا ہے بس ہم نے دیکھنا ہے۔

ہماری دروس سے مراد کیا ہے ہم کیا پڑھ رہے ہیں کیا پڑھا رہے ہیں؟ یہی کچھ ہے کہ کہیں پر کوئی بات کس کے دل میں اثر کر جائے اور ربّ کا خوف دل میں پڑ جائے کسی طریقے سے اور ہم اپنے ربّ کے سچے اور نیک بندے بن جائیں، یہی ہماری دعا ہے اور ربّ یہی یعنی ایک عاجز کی جیسے التجا ہوتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، جو بھی ہماری کمزوریاں ہیں جو بھی لغزشیں ہیں اللہ تعالیٰ وہ دور فرما اور ہر شر سے محفوظ فرما (آمین)؛ واللہ أعلم۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس 005: القواعد الحسان - قاعدہ 04 سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio